اسلام کا نظامِ عفت و عصمت

از

(جناب مولوی محمد ظفیر الدین صاحب استاذ دار العلوم معینیہ سانحہ)

(۴)

طلب اذن کی حکمت پھر طلب اذن میں بڑی حکمت اور بہت فائدے ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ طلبِ اذن جس کو حدیث کی اصطلاح میں "استیذان" کہتے ہیں واجب ہے، اور واجب پر عمل ضروری ہے، دوسرے یہ کہ کیا معلوم دفعۃً اندر جانا تمہارے لئے خود مضر ہو، یا گھر والے کا اس سے نقصان ہو، اور ان میں سے جو بھی صورت ہو ہر ایک سے اجتناب ضروری ہے، تیسرے یہ کہ ہو سکتا ہے دفعۃً (یکبارگی) جانے میں نظر ایسے محل پر پڑے جہاں دیکھنا ناگوار خاطر ہو خود جانے والے کے لئے بھی، اور گھر والوں کے لئے بھی، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے دفعۃً کسی ناپسند یا ناجائز چیز پر نظر پڑ جانے سے زندگی کو روگ لگ جاتا ہے اس لئے عقل اور خرد کا تقاضا یہی ہے، کہ کسی کے گھر میں اجازت حاصل کئے بغیر گھسنے کی جرأت نہ کی جائے

ایسی حویلی جس میں ایک باپ کی متعدد اولاد ہوں، اور وہ سب یا کچھ ان میں سے شادی شدہ ہوں، تو ایسی حالت میں بھی اپنا خیال ہے کہ اصول کے مطابق اجازت کے حصول کی ضرورت ہے، اس لئے کہ غیر محرم عورتیں ہیں یا کم از کم ایسی صورت اختیار کی جائے کہ گھر کی عورتیں داخل ہونے سے پہلے خبردار ہو جائیں، اور وہ اپنے کو سنبھال لیں، اور یہ طریقہ ہر زنانہ گھر میں جانے کے وقت اختیار کرنا چاہئے۔

طلب اذن کی صحابۂ کرام کو تعلیم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے استیذان کی تعلیم عملی طور پر صحابۂ کرام کو دی۔ اس لئے اس سے متعلق واقعات حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں، طلبِ اذن کے باب میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الاستیذان ثلاث فان اذن لک   طلب اذن تین مرتبہ ہے اگر اجازت مل جائے تب تو خیر، ورنہ

والا فارجع متفق علیہ (ریاض الصالحین باب الاستیذان) واپس ہو جانا چاہیئے

بنی عامر کے ایک شخص ——————— کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

آپ گھر کے اندر تھے، دروازہ پر پہونچ کر درخواست کی، داخل ہونے کی اجازت ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آواز جب پہونچی تو خادم سے فرمایا، باہر جو شخص آیا ہے، اس کے پاس جاؤ، اور اس کو اجازت طلب کرنے کا شرعی سلیقہ سکھاؤ، اس سے بتاؤ کہ تم اس طرح کہو "السلام علیکم۔ کیا اندر آؤں؟" دروازہ پر جو شخص آیا تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کو جو آپ اندر اپنے خادم کو دے رہے تھے، سن لیا، اور اب کے کہا السلام علیکم۔ اندر حاضر ہو سکتا ہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شرعی طریقہ سے طلب اذن سنا تو آپ نے اس کو اجازت دیدی، اور وہ شخص اندر آیا[1]

حضرت کلدہ بن الحنبلؓ کہتے ہیں کہ میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا۔ اور بغیر سلام کے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا، یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ۔ اور یہ کہو السلام علیکم۔ کیا اندر آؤں؟[2]

صحابہ کرام کا عمل | ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اجازت جب لینی ہو تو پہلے سلام کیا جائے، پھر اندر حاضر ہونے کی اجازت طلب کرے، بغیر سلام، طلبِ اذن ناپسندیدہ طریقہ ہے، اوپر والی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجازت کے لئے تین مرتبہ آواز دی جائے گی، تیسری مرتبہ بھی جب جواب نہ ملے تو واپس ہو جائے، حدیث میں حضرت ابو موسیٰؓ کا واقعہ مذکور ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے، تین مرتبہ شرعی طریقہ کے مطابق اجازت طلب کی، کوئی جواب نہیں ملا، پلٹ آئے، حضرت عمرؓ کسی کام میں مصروف تھے، اطمینان ہوا تو فرمایا کہ ان (ابو موسیٰ) کو بلاؤ، آدمی ان کو بلانے باہر آیا، تو دیکھا حضرت ابو موسیٰؓ جا چکے ہیں، جا کر حضرت عمرؓ کو خبر دی، پھر دوبارہ جب کسی موقع سے حضرت ابو موسیٰؓ آئے تو حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ اس وقت کیوں واپس ہو گئے؟ جواب دیا کہ تین مرتبہ میں نے اجازت چاہی اجازت کی آواز نہیں آئی چلدیا، کیونکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

ان استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن ——— تم میں سے کوئی تین بار طلب اذن کرے اور اس کو اجازت

---

[1] ریاض الصالحین باب الاستیذان و آدابہ [2] ایضاً

لہ فلیتصرف (ابن کثیر صفحہ ۲۷۹ ج ۳) نہ دی جائے تو اس کو پلٹ آنا چاہئے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت سعد بن عبادہؓ کے یہاں تشریف لائے، اور اجازت چاہی، تین مرتبہ سلام کے ساتھ اجازت طلب کی، کوئی جواب نہیں ملا تو تیسری مرتبہ کے بعد واپس ہوگئے اتنے میں حضرت سعدؓ دوڑے آئے اور آپ کو لے گئے۔[۱]

دروازہ پر جھانک تانک کرنے: اجازت کی ضرورت بیش اس لئے آتی ہے کہ دفعۃً گھر والے کو دیکھ نہ لے، خود سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

انما جعل الاستیذان من اجل البصر متفق علیہ (ریاض الصالحین ص ۳۹۶) دیکھ لینے کی وجہ سے طلب اذن کا قانون بنایا گیا ہے۔

اسی وجہ سے حکم ہے کہ اصولی طور پر اس کو دروازہ سے علیحدہ ہو کر کھڑا ہونا چاہئے، دائیں بائیں جدھر مناسب ہو کھڑا ہو جائے۔ بالکل دروازہ کے مقابل کھڑا نہ ہو، حضرت عبد اللہ بن بسرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازہ پر آتے، تو دروازہ کے مقابل نہیں کھڑے ہوتے، بلکہ دائیں جانب کھڑے ہوتے، یا بائیں جانب، اور فرماتے السلام علیکم۔ السلام علیکم۔ راوی کا بیان ہے کہ عہد نبوی میں دروازوں پر پردہ لٹکانے کا رواج نہیں تھا۔[۲] اس کا منشا یہ ہے کہ اگر پردہ ہو تو دروازہ کے سامنے کھڑا ہونا بھی ناجائز نہیں ہے مگر صدیوں کے پیش نظر اب بھی مناسب یہی ہے کہ دروازہ کے بالکل مقابل کھڑے ہو کر اجازت نہ طلب کی جائے، کیونکہ بسا اوقات پردہ اوٹھا کر کوئی اندر سے نکلتا ہے تو سامنے سے گھر کے آدمی پر نظر پڑ جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوا، اور اجازت طلب کی، وہ شخص دروازہ کے مقابل تھا آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ ایسے (یعنی دائیں) یا ایسے (بائیں) کھڑے ہو، اور وجہ یہ بیان فرمائی، کہ طلب اذن نگاہ ہی کی وجہ سے ہے۔[۳]

پھر دروازہ پر پہونچ کر تاک جھانک نہیں کرنا چاہئے، یہ تاک جھانک دروازہ کے دراز سے ہو یا کھڑکی وغیرہ سے، کیونکہ اس سے مقصد ہی فوت ہو جائے گا، پھر اس لئے کہ آپ ابھی پڑھ چکے کہ نگاہ ہی سے بچنے کے

لہ ابن کثیر صفحہ ۲۷۹ ج ۳ ۔ سلہ مشکوٰۃ باب الاستیذان عن ابی داؤد سلہ ابن کثیر صفحہ ۲۷۹ ج ۳

لئے یہ قاعدے وضع کئے گئے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے ممانعت کی ہے صحیحین میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لو ان امرأ اطلع علیك بغیر اذن	اگر کوئی بغیر اجازت تم کو جھانکے اور تم اس کو کنکری اٹھاکر
فخذفته بحصاة ففقأت عینه	مارو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی گناہ
ما کان علیك من جناح (ابن کثیر صفحہ ۲۷۹ ج ۳)	نہیں ہے۔

جس جرم کی اتنی سخت سزا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں ہو، اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فی نفسہ یہ جرم کتنا بڑا ہوگا،

طلب اذن کے وقت اپنا مشہور نام بتائے سلام کے بعد طلب اذن کے لئے جب آواز دے اور گھر سے کوئی پوچھے تو کون ہے؟ تو اجازت چاہنے والے کو اپنا مشہور نام بتانا چاہیئے، جواب میں یہ نہیں کہنا چاہیئے "میں ہوں" اس لئے کہ اس سے پتہ نہیں چلتا کہ کون آیا ہے، تاکہ گھر والے کو اجازت دینے میں سہولت رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبہم جواب کو ناپسند فرمایا ہے۔ ایک دفعہ حضرت جابرؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، آپ نے اندر سے فرمایا، کون ہیں؟ حضرت جابرؓ نے کہا میں ہوں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن کر ناپسند فرمایا اور کہا یہ "انا۔انا" (میں۔میں) کیا؟[1]

اس طریقۂ استیذان کی بعد میں صحابۂ کرام نے بھی تعلیم فرمائی، اور خود بھی برابر عمل کیا، اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی تاکید کی۔

محرم بھی اجازت حاصل کرے یہ استیذان (اجازت چاہنا) اپنے لوگوں سے بھی چاہئے، یعنی اپنی ماں۔ بہن وغیرہ ہوں تو ان سے بھی اجازت لے کر اندر داخل ہونا چاہیئے، بلکہ بڑی حد تک ضروری ہے، استیذان والی آیت کے شان نزول میں بیان کیا گیا ہے، کہ ایک انصاری عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، اور شکوہ سنج ہوئی، کہ کبھی میں اس حال میں ہوتی ہوں کہ میں پسند نہیں کرتی کہ کوئی مجھے دیکھے، خواہ باپ ہو، خواہ بیٹا، اور طرفہ تماشہ یہ ہے اسی حال میں ہوتی ہوں اور گھر والے آتے جاتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لا تدخلوا بیوتا الخ

---

[1] مشکوٰۃ باب الاستیذان عن البخاری والمسلم

حدیث میں متعدد واقعات اس طرح کے آئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ محرم بھی اندر آئیں تو اجازت لے کر آئیں، اس لئے کہ معلوم نہیں، گھر میں عورتیں کس حال میں ہوں، عموماً اجانبین میں کوئی نہیں پسند کرتا کہ عورتوں کو ایسی حالت میں دیکھے کہ وہ آزادانہ بیٹھی ہوں، جو عورتوں میں خاص نشست ہوتی ہے، اپنا تو خیال ہے کہ گھر میں صرف بیوی ہو، تو بھی خبر دے کر داخل ہونا چاہئے، کیوں کہ طبعاً آدمی اپنی بیوی کو بھی بے ستری میں دیکھنا پسند نہیں کرتا، اور نہ عورت ہی اسے گوارا کرتی۔

ماں سے بھی طلب اذن | ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کہ اپنی ماں سے بھی اجازت طلب کروں، آپ نے فرمایا ہاں، استیذان ماں سے بھی ہے، اس نے کہا کہ میں تو ان کے ساتھ گھر میں ہوتا ہوں، مقصد کہنے کا یہ تھا کہ ماں کو مجھ سے پردہ نہیں ہے، پھر طلب اذن کی کیا ضرورت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے بھی اجازت لے لیا کرو، اس شخص نے کہا میں ان کی خدمت کرتا ہوں یعنی اس وجہ سے برابر آنا جانا ہوتا ہے، پھر کیا ضرورت ہے دشواری بڑھ جائے گی؛ آنحضرت صلعم نے سمجھا کر فرمایا، اپنی ماں کی خدمت میں بھی حاضر ہونا ہے تب بھی اجازت حاصل کر لیا کرو۔ کیا تم ماں کو ننگی دیکھنا پسند کرو گے، اس نے کہا، نہیں آپ نے فرمایا تو پھر اسی وجہ سے کہتا ہوں[1] کہ اجازت حاصل کر کے جاؤ۔

سلف صالحین کا طریقہ | حضرت زینب کہتی ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جب کسی ضرورت سے اندر آتے تو پہلے دروازہ پر آکر رک جاتے، کھانستے، تھوکتے اور اس کے بعد اندر آتے، دفعۃً بغیر اطلاع آنا پسند نہیں کرتے تھے، یہ زینب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی زوجہ محترمہ ہیں[2]۔

حضرت ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہؓ جب گھر آتے تو اجازت طلب کرتے، دروازہ پر آکر زور سے آواز دیتے[3]

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہونے لگے، تو دروازہ پر آکر زور سے کھانسے، یا زور سے اپنا جوتہ ٹپکے۔ جس سے اندر خبر ہو جائے کہ مرد آرہا ہے[4]،

استیذان میں تین سلام جو رکھا گیا ہے، اس کا مقصد یہی ہے کہ پہلا گھر والے سن لیں، دوسرے سلام

---

[1] باب الاستیذان عن المالک مرسلاً مشکوٰۃ [2] احکام القرآن لابن العربی ج ۲ ص ۹۸ [3] ابن کثیر ج ۳ ص ۲۷۸ [4] ایضاً ج ۳ ص ۲۸۱ ایضاً

کی آواز پر سنبھل جائیں، اور تیسرے کی آواز پر اجازت دیں یا روک دیں ۔

ابن العربی لکھتے ہیں کہ غیر کے گھر میں اذن حاصل کرنا ضروری ہے، اور اپنا گھر ہو تو طلب اذن واجب نہیں ہے، مگر گھر میں اگر ماں بہن وغیرہ بھی رہتی ہو، تو جانے کے لئے کھانسے، اس کے بعد اندر داخل ہو، اور دروازے پر پیر جھٹکے جس سے اندر عورتوں کو آنے کی خبر ہو جائے، کیونکہ کبھی ماں بہن بھی ایسی حالت میں ہوتی ہیں، کہ جس حالت میں دیکھنا ہم پسند نہیں کرتے[1]

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ماں بہن کی خدمت میں حاضر ہونا تو بھی اجازت لے لی جائے ۔

حضرت ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے پوچھنے والوں نے بار بار پوچھا کہ اپنی ماں بہن جس گھر میں رہتی ہو اس میں بھی جانے تو اجازت لی جائے گی؟ آپ نے ہمیشہ فرمایا ہاں اجازت لی جائے گی تکرار کرنے پر سمجھایا کہ کوئی بھی اپنی ماں بہن کو بے پردہ دیکھنا پسند نہیں کرتا، پھر تم کو خواہ مخواہ اصرار کیوں ہے[2] ۔

عفت کا اسلام میں لحاظ | یہ جو کچھ عرض کیا گیا۔ ان میں غور کیا جائے اور دیکھا جائے، کہ اسلام نے اپنے قوانین میں دوسری حکمتوں اور مصلحتوں کے ساتھ ساتھ عفت و عصمت کا بھی کتنا عمدہ تحفظ کیا ہے، اور ان تمام بنیادی باتوں میں عفت و عصمت کا کس اہمیت کے ساتھ لحاظ کیا ہے،

موجودہ دور میں غفلت | مگر افسوس یہ ہے کہ یہ سارے طریقے اور آداب جو اسلام نے گھر میں داخلہ کے لئے مقرر کئے ہیں جن کو قرآن پاک نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے، حدیثوں میں جس کی تاکید آئی ہے، خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتا اصحابہ کرام کو تعلیم فرمائی، اور پھر صحابہ کرام نے جن پر زندگی بھر عمل کیا، یہ احکام آج مسلمانوں میں متروک ہیں مسلمان گھرانوں میں ان پر عمل نہیں کیا جاتا، ضرورت ہے کہ ان آداب و احکام کو عمل سے بھی زندگی بخشی جائے ۔

حق یہ ہے کہ عفت و عصمت کے تحفظ کا جو سامان قوانین الٰہی میں ہے، اور کہیں نہیں مل سکتا ہے، اس سلسلہ میں اہتمام کا یہ حال ہے، کہ بالغین اور مراہق کا حکم بیان کرنے کے بعد قرآن نے ان کا حکم بھی بیان کیا ہے جو غیر مراہق اور بچے ہیں، اور وہ سوچ سمجھ کی صلاحیت رکھتے ہیں، غیر محارم کے متعلق معلوم ہو چکا کہ ان سے مکمل پردہ کیا جائے گا صرف ضرورت کے وقت چہرہ اور کفین کے کھولنے کا حکم ہے مگر یہ بھی اس وقت جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو،

---

[1] احکام القرآن لابن العربی جلد ۲ صفحہ ۹۵　[2] ایضاً

محارم کا حکم بھی بیان ہو چکا کہ ان سے بھی تمام اعضاء وجوبی طور پر چھپائے جائیں گے، صرف ان جگہوں کے سوا جو عام طور پر کھولے جاتے ہیں یا کھلتے رہتے ہیں جیسے چہرہ۔ ہتھیلیاں، بازو۔ سر اور پنڈلی وغیرہ، مگر مطلب یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ان اعضاء کو کھولے، غلام عورت کے لئے غیر محرم کے حکم میں ہے، اس سے مکمل پردہ ضروری ہے، کافر لونڈی کا حکم بھی محرم کا سا ہے۔

خاص اوقات میں سب کے لئے استیذان

یہاں یہ بتانا ہے کہ چھوٹے نابالغ لڑکے اور لونڈیاں جو محرم کے حکم میں ہیں خاص وقتوں میں ان کو بھی پرہیز کا حکم دیا گیا ہے، اگر ان مخصوص وقتوں میں یہ نابالغ لڑکے اور لونڈیاں آنا چاہیں تو یہ سب بھی اجازت حاصل کریں، کہ یہ وقت عموماً بے پردگی کے ہیں! اور آدمی کے کھل کر رہنے سہنے کے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ
الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ
لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ
مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ
ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ
صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ
لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ
طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (نور-٦٠)

اے ایمان والو، تم سے اجازت لیکر آئیں لونڈی اور غلام اور تم میں کہ وہ جو بلوغ کو نہیں پہونچے ہیں، تین وقت میں، فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت تم دوپہر میں اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز بعد، یہ تین وقت تمہارے لئے بدن کھلنے کے ہیں، ان وقتوں کے بعد نہ تم پر تنگی ہے اور نہ ان پر، (کیونکہ) تمہارے بعض بعض کے پاس آتے ہی جاتے رہتے ہیں، اللہ یونہی کھولتا ہے باتوں کو تمہارے لئے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

اس آیت میں تین مخصوص وقتوں کا ذکر ہے ایک نماز فجر سے پہلے، جو آدمی کے لئے خوشگوار وقت ہے اور سو کر بیدار ہونے کا وقت ہے، رات کی بے خبری میں عموماً اس وقت ستر کھلے رہ جاتے ہیں، گہری نیند کی وجہ سے ستر پوشی کا زیادہ اہتمام نہیں ہوتا، دوسرا وقت دوپہر کا بیان کیا گیا ہے جس وقت آدمی دن کا کھانا کھا پی کر قیلولہ کرتا ہے اور تھوڑی دیر کھل کر آرام کرتا ہے، گرمی کے زمانہ میں عام طور پر لوگ اس وقت بے خبر اپنے کمروں میں سوتے ہیں اور بعض

عادی لوگ گرمی سردی دونوں زمانہ میں دوپہر میں سوتے ہیں، اس لئے کھلی بات ہے کہ نیند اور غفلت میں بے خبری کا غالب قرینہ ہے، تیسرا وقت نماز عشا بعد، یہ بھی آرام کا وقت ہے، آدمی دن بھر کا تکان لئے بستر پر آتا ہے، اور یہ سمجھ کر کہ سب آرام کر رہے ہیں بہت بے پرواہ لیٹتا اور سوتا ہے، مزید یہ کہ ان تینوں وقتوں میں کم وبیش شادی شدہ اپنی رفیقۂ حیات سے دل بستگی کرتا ہے، بوس وکنار کی نوبت آتی ہے، اس لئے حق ہے کہ بچے اور لونڈیاں بھی اطلاع دے کر اندر داخل ہوں، بغیر اجازت گھس جانے کی ہمت ہرگز نہ کریں، کیونکہ اگر موقع شرم وحیا کا ہوا، تو آدمی شرم سے گڑ جاتا ہے اور دلی رنج وتکلیف محسوس کرتا ہے، لونڈی اور خادمہ چونکہ بالغ ہوتی ہے اس لئے وہ خود بھی بعض موقع پر شرمندہ ہوئے بغیر نہ رہے گی، ان کے علاوہ وقتوں میں چونکہ یہ کیفیتیں عموماً نہیں ہوتیں اس لئے کوئی خاص پابندی نہیں ہے، پھر بچوں کا روکنا بھی مشکل ہے کہ وہ آنے جانے کے عادی ہوتے ہیں، یہی حال لونڈی اور خادمہ کا ہے کہ وہ کام کاج کے لئے آمد ورفت پر مجبور ہے، ان کو کہاں تک ہر وقت روکا جائے گا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی آیتوں میں جو استیذان کا حکم آیا ہے وہ اجنبی اور غیروں کے لئے ہے اور اس آیت میں استیذان کا حکم قرابت داروں کے لئے ہے، یعنی ان لوگوں کے لئے ہے جو محارم میں داخل ہیں، بعض علماء لکھتے ہیں کہ پہلی آیت میں استیذان کا عام حکم تھا اور عام لوگوں کے لئے تھا، اور تمام وقتوں کے لئے تھا اور اس آیت میں خاص لوگوں کو طلب اذن کا حکم ہے اور خاص وقتوں میں ہے، اور صحیح یہی ہے۔

اس آیت میں ما ملکت سے مراد صرف لونڈی ہے، کیونکہ عبد (غلام) غیر محرم میں داخل ہے یہ مردوں میں آئیں گے مگر عورتوں کے سامنے جانے کی ان کو اجازت نہیں ہے۔

پردہ کے خاص وقتوں میں ان پر بھی پابندی عاید کر دی گئی ہے، جن کے آنے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں، یہ احتیاطی تدبیر اختیار کی گئی ہے، اور عقلاً بہت مناسب ہے، حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا تفسیری ترجمہ لکھتے ہیں۔

"اے ایمان والو تمہارے پاس آنے کے لئے تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے ایک تو نماز صبح سے پہلے، اور دوسرے جب سونے لیٹنے کے لئے دوپہر کو اپنے بعضے کپڑے اتار دیا کرتے ہو، اور تیسرے نماز عشا کے بعد، یہ تین وقت تمہارے پردے کے وقت ہیں، یعنی یہ اوقات چونکہ

عادتًہ اور غالبًا تخلیہ اور استراحت کے ہیں، ان میں اکثر آدمی بے تکلفی سے رہتے ہیں، اس لئے اپنے مملوکین اور نابالغ بچّوں کو سمجھا دو کہ بے اطلاع اور بلا اجازت لئے ہوئے تمہارے پاس نہ آیا کریں، . . . کہ وجوب استیذان کی علت اس میں پائی جاتی ہے، اور ان اوقات کے سوا نہ تو بلا اجازت آنے دینے میں اور منع نہ کرنے میں تم پر کوئی الزام ہے، اور نہ بلا اجازت چلے آنے میں ان پر کچھ الزام ہے، کیونکہ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس، مطلب اس کا موافق مذہب حنفیہ کے یہ ہے کہ غلام تو تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، نہ کہ عورتوں کے پاس، کیونکہ غلام کا حکم غیر محرم مرد کا سا ہے، اور لونڈیاں عورتوں کے پاس بھی، اور اسی طرح نابالغ بچے سب جگہ آتے ہیں، پس ہر وقت اجازت لینے میں دقّت ہے، اور چونکہ یہ وقت پردہ کے نہیں ہیں، اس لئے ان میں اعضا مستورہ کو چھپائے رکھنا کچھ مشکل نہیں، پس مرد تو غلام کے سامنے ناف سے زانو تک چھپائے رکھے اور عورت، کافر لونڈی سے بجز مواقع زینت کے . . . سب چھپائے رکھے اور مرد کو لونڈی سے اگر وہ اس کے لئے حلال ہے، کسی بدن کا چھپانا ضرور نہیں، اور اگر حرام ہے تو ناف سے زانو تک چھپائے رکھے، اور عورت مسلمان لونڈی سے صرف ناف سے زانو تک چھپائے رکھے، سو اس استتار میں کوئی دشواری نہیں، لہٰذا بے اذن آنا جائز ہوا اور نابالغ بچّہ کے روبرو مرد صرف زانو سے ناف تک اور عورت باستثنار مواقع زینت کے سب چھپائے رکھے، یہ بھی دشوار نہیں، اور ہر وقت اجازت لینے میں تنگی ہے، کیونکہ اس کی آمد و رفت بھی بہت ہے، . . . . اور ان تین وقتوں کے ماسوا بھی اگر کوئی عارض مانع ہو، تو بھی استیذان واجب ہوگا، پس تخصیص باعتبار اس وقت کی عادت کے ہے، اسی طرح جیسا کہ یہ حکم صاف صاف بیان کر دیا اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے، پس سب مصالح اور حکمتوں پر اس کی نظر ہے اور احکام میں ان کی رعایت فرماتا ہے[لہ]

نابالغ بعد بلوغ اجازت لیں | ان نابالغ بچّوں پر بھی بعد بلوغ اسلام نے عام وقتوں میں استیذان کی پابندی عاید کی ہے جن پر بلوغ یا قریب البلوغ سے پہلے صرف مخصوص ہی وقتوں میں تھی، ہندوستان میں جو یہ رواج ہو گیا ہے کہ بچپن سے جو آتا رہا ہے، بلوغ کے بعد بھی ان کو اندر آنے کی اجازت رہتی ہے اور عورتیں بلوغ کے بعد بھی ان سے پردہ نہیں کرتیں بالکل غلط اور شریعت کے خلاف ہے، پردہ دار گھرانوں میں یہ رسم بھی غلط طور پر رائج ہے، حالانکہ

لہ بیان القرآن ص۳۲ و ص۳۳ جلد ۸

اسلام نے شدت کے ساتھ اس کی روک تھام کی ہے، اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ بچے جب بالغ ہو جائیں، تو ان کو بھی اجازت لینی ہوگی، بلوغ سے پہلی والی آزادی باقی نہیں رہے گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا — اور جب تم میں کے لڑکے بلوغ کی حد کو پہنچیں تو ان کو بھی ویسی ہی
كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ — اجازت لینی چاہئے جیسے تمہارے اگلے لیتے رہے، اللہ یوں
يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيَاتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (نور-۸۰) — کھول کر تم کو اپنی باتیں سناتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

یعنی اب تک ان بچوں کو تین ہی مخصوص وقتوں میں طلب اذن کا حکم تھا مگر اب جب بالغ ہو چکے تو اب کسی وقت بھی بغیر اجازت اندر نہ جائیں، جس طرح دوسروں کو استیذان کا حکم ہے، ان کے لئے بھی استیذان ضروری ہے، کیونکہ پہلے عدم بلوغ کی وجہ سے پردہ کی باتوں کا ان کو علم نہ تھا، نہ خود ان کے لئے اپنے اندر نہ کوئی کشش تھی اور نہ غیر کے لئے ان کے اندر کوئی کشش تھی۔ مگر اب ان کی حالت بدل چکی ہے، اب احساس پیدا ہو چکا ہے خود یہ اپنے اندر ایک انقلاب محسوس کرتے ہیں، اور دل جذبات سے معمور پاتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی طرف کشش ہو سکتی ہے، اس لئے قدرتاً حکم بدلنا بھی ضروری ہے، مولانا تھانویؒ اس آیت کا تفسیری ترجمہ لکھتے ہیں۔

"اور جس وقت تم میں سے یعنی احرار میں کے وہ لڑکے جن کا اوپر حکم آیا ہے، حد بلوغ کو پہونچیں یعنی بالغ یا قریب بہ بلوغ ہو جائیں، تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہئے جیسا ان کے اگلے یعنی ان سے بڑی عمر کے لوگ اجازت لیتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے، اس لئے اس کو مکرر لایا گیا کہ قانون استیذان کی مصلحتیں نہایت واضح اور اس کے احکام نہایت قابل رعایت ہیں، تکریر سے اہتمام ظاہر ہو گیا"[۱]

ما ظہر کی تفسیر اوپر بیان کیا گیا ہے، کہ عورتوں کا تمام بدن ستر ہے اور اس کا چھپانا ضروری ہے سوائے چہرہ اور کفین (ہتھیلیوں) کے، جس کی طرف قرآن پاک نے اِلَّا مَا ظَهَرَ سے اشارہ کیا ہے، ہو سکتا ہے کہ کسی کو وہاں اِلَّا مَا ظَهَرَ کے مفہوم کے سمجھنے میں غلط فہمی ہو، اور وہ اپنے احوال کے مطابق یہ سمجھیں کہ ان کا ہمیشہ کھلا رکھنا

---

[۱] بیان القرآن جلد ہشتم ص۳۳

جائز ہے؛ اس لئے یہاں آکر اللہ تعالیٰ نے مَا ظَهَرَ کے مفہوم کو صاف فرمایا اور مَا ظَهَرَ سے غلط فہمی کا معجزانہ انداز میں ازالہ کردیا، کہ چہرہ اور کفین جو مَا ظَهَرَ میں داخل ہے بالذات تو ستر نہیں ہے، مگر یہ بھی مطلب نہیں ہے خواہ مخواہ کھلا رکھیں، بلکہ وہ بھی ضرورت کے علاوہ وقتوں میں اجنبی سے واجب الستر ہیں تاکہ فتنہ وفساد کی آگ مشتعل نہ ہوسکے، ہاں بوڑھی عورتیں جو اپنی عمر کی انتہا کو پہونچ چکی ہیں، وہ ان اعضاء (مَا ظَهَرَ) کو کھلا رکھ سکتی ہیں، گو بہتر چھپانا ہی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (نور - ۸)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو گھروں میں بیٹھ رہی ہیں جن کو نکاح کی کوئی توقع نہیں، ان کو کپڑے اتارنے میں گناہ نہیں مگر اس طرح کہ اپنا سنگار دکھاتی نہ پھریں، اور اس سے بھی بچیں تو ان کے لئے بہتر ہے، اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے۔

یہاں بوڑھی سن ایاس کو پہنچی ہوئی عورتیں ہیں ان کو حکم ہے کہ مواقع زینت نہیں کھولیں، اسی سے جانا جاسکتا ہے، کہ جوان عورتوں کو مَا ظَهَرَ کے خواہ مخواہ کھلے رکھنے کی اجازت کیوں کر مل سکتی ہے، مولانا تھانوی فرماتے ہیں۔

"ایک یہ بات جاننا چاہئے کہ .... وجہ اور کفین کو وجوب استتار سے مستثنیٰ کیا ہے، .... اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ بالذات ستر نہیں، نہ یہ کہ عورتیں کھلی مہار اپنی صورت غیر مردوں کو دکھاتی پھریں، کیونکہ فتنہ کے احتمال سے یا غیرہ وہ بھی واجب الستر ہے، البتہ جہاں احتمال فتنہ کا نہ ہو مثلاً جو بڑی بوڑھی عورتیں ہیں، جن کو کسی کے نکاح میں آنے کی کچھ امید نہ رہی ہو، یعنی اصلا محل رغبت نہیں رہیں، .... ان کو البتہ اس بات میں کوئی گناہ نہیں، کہ وہ اپنے زائد کپڑے، جس سے چہرہ وغیرہ چھپا رہتا ہے، غیر محرم کے روبرو اتار رکھیں، بشرطیکہ زینت کے مواقع کا اظہار نہ کریں، جن کا ظاہر کرنا، نامحرم کے روبرو بالکل ہی ناجائز ہے .... بس صرف وجہ اور کفین اور بقول قدمین کا بھی اظہار جائز ہے، بخلاف جوان عورت کے، کہ بوجہ

احتمال فتنہ کے اس کو چہرہ وغیرہ کا پردہ بھی ضروری ہے، مگر بعذر شرعی، اور ہر چند کہ عجائز کو کشف وجہ کی اجازت ہے لیکن اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے[1]

ابن العربی لکھتے ہیں۔

وانما خص القواعد بذالک دون	اس میں بوڑھیوں کو مخصوص کیا اوروں کو چھوڑ دیا۔
غیرھن لانصراف النفوس منھن	اس وجہ سے کہ نفس ان بوڑھیوں کی طرف سے پھر اہوا ہے
ولان یستعففن بالتستر الکامل	اور اگر یہ تستر کامل اختیار کریں تو بلاشبہ یہ اس فعل مباح
خیر لھن من فعل المباح لھن	سے بہتر ہے کہ کپڑا اتار دیں۔
من وضع الثیاب (احکام القرآن ص۱۱۴ ج۲)	

باریک کپڑے کا استعمال اوپر کی آیت کے "غیر متبرجات بزینۃ" کے جملہ سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ عورتیں اتنا باریک کپڑا استعمال نہیں کریں، جو ساتر نہ ہو، بلکہ اس سے حسن چھنتا ہو، ابن العربی لکھتے ہیں۔

ومن التبرج ان تلبس المرأۃ ثوبا	تبرج میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اتنا باریک کپڑا استعمال
رقیقا یصفھا (احکام القرآن ص۱۱۴ ج۲)	کرے جو جسم کی غمازی کرتا ہو۔

اسی سلسلہ میں انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رب کاسیات عاریات مائلات	بہت سی پہننے والی عورتیں ننگی کے حکم میں ہیں جو خود مائل
ممیلات لا یدخلن الجنۃ ولا	ہوتی ہیں یا دوسروں کو مائل کرتی ہیں لیکن ایسی عورتیں نہ
یجدن ریحھا (احکام القرآن ص۱۱۴ ج۲)	جنت میں داخل ہوں گی نہ وہ اس کی بو پائیں گی۔

اس حدیث کو نقل فرما کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں کاسیات کے بعد عاریات اسی لئے فرمایا کہ وہ اتنا باریک کپڑا زیب تن کرتی ہیں، کہ وہ گویا ننگی ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ اتنا باریک کپڑا پہننا جس سے ستر کامل نہ ہو حرام ہے،[2]

پہلے ہم یہ آیت نقل کر چکے ہیں

---

[1] بیان القرآن جلد ہشتم ص۳۳ [2] احکام القرآن لابن العربی ص۱۱۴ ج۲

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى
اور عورتیں اپنے گھروں میں قرار پکڑیں اور جاہلیت کی زیبائش کے ساتھ نہ پھریں۔

(احزاب-۴)

اُم علقمہ رض کہتی ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ صدیقہ رض کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضرت حفصہ رض باریک دوپٹہ ڈالے ہوئے تھیں، حضرت صدیقہ رض نے جب دیکھا تو ان سے دوپٹہ لے لیا اور اسے پھاڑ ڈالا، اور اس کے بدلے ایک گاڑھے کپڑے کا دوپٹہ ان کو مرحمت فرمایا،[1] یہ حفصہ حضرت عائشہ صدیقہ رض کی بھتیجی تھیں،

ایک دوسرا واقعہ بھی حضرت عائشہ رض بیان کرتی ہیں کہ اسماء بنت ابی بکر (یعنی ان کی بہن) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تشریف لائیں، یہ باریک کپڑا ڈالے ہوئے تھیں، ان سے اعراض فرماتے ہوئے ارشاد کیا،

یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لن یصلح ان یری منھا الا ھذا وھذا اشار الی وجھہ وکفیہ (مشکوٰۃ کتاب اللباس)
اے اسماء، عورت جب بالغ ہو جاتی ہے تو اس کے چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا کا دیکھنا درست نہیں ہے،

مسلم شریف میں ایک حدیث آئی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خذ علیک ثوبک ولا تمشوا عراۃً (مشکوٰۃ باب النظر الی المخطوبہ)
اپنے اوپر کپڑا لازم کرو، ننگے مت پھرو۔

یہ اور اس طرح کی دوسری روایتیں بتاتی ہیں کہ عورت و مرد دونوں کو ایسا کپڑا استعمال کرنا چاہئے جو بدن کو ڈھانپ سکے، اور آدمی کا حسن و جمال عام طرح سے رسوا نہ ہو جس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا پاکدامنی اور عفت بے داغ رہے گی اور حکماً یا حقیقۃً کوئی دھبہ دامن عصمت پر نہیں پڑ سکے گا،

---

[1] مشکوٰۃ کتاب اللباس ص ۳۷۵

عورتوں کے پردہ سے متعلق جو کچھ اختصار سے عرض کیا گیا، آپ غور کریں گے ان میں بڑی حکمتیں اور مصلحتیں پائیں گے، اور اگر آپ کی نظر میں یورپ کا اخلاق اور بے پردہ لڑکیوں کے دن رات کے واقعات آئیں گے تو سمجھنے میں اور بھی سہولت رہے گی،

مُسلمانوں کا عروج اور زوال

جدید اور مکمل ایڈیشن

اس کتاب میں اوّلاً خلافتِ راشدہ اس کے بعد مسلمانوں کی دوسری مختلف حکومتوں، ان کی سیاسی حکمت عملیوں اور مختلف دوروں میں مسلمانوں کے عام اجتماعی اور معاشرتی احوال وکوائف پر تبصرہ کرکے ان اسباب وعوامل کا تجزیہ کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے غیر معمولی عروج اور اس کے بعد ان کے حیرت انگیز انحطاط وزوال میں موثر ہوئے ہیں، طبع ثانی جس میں کتاب کے بہت سے حصّوں کو از سر نو مرتب کیا گیا ہے جو ابواب پہلے ایڈیشن میں رہ گئے تھے ان کا اضافہ کیا گیا ہے اندلس جو مسلمانوں کے عروج وزوال کی عجیب وغریب اور غالباً سب سے زیادہ المناک اور پرحسرت یادگار ہے، پہلے ایڈیشن میں اسے بخوفِ طوالت چھیڑا ہی نہیں گیا تھا اس مرتبہ ہزارہا صفحات کی ورق گردانی کے بعد زیادہ سے زیادہ مختصر اور جامع الفاظ میں اس داستانِ عبرت خیز کے وہ تمام ٹکڑے لے لئے گئے ہیں جن کا تعلق اس سرزمین پر مسلمانوں کے انتہائی عروج اور پھر لرزہ براندام انحطاط وزوال سے ہے۔

درس عبرت نامکمل رہ جاتا اگر اسپین کے ذکر کے ساتھ خود اپنے وطن ہندوستان کی یاد تازہ نہ کی جاتی چنانچہ اس دفعہ یہ کمی بھی پوری کردی گئی ہے اور اس ملک میں مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب کا کامیاب تجربہ کیا گیا ہے اور تاریخی بصیرت کے جواہر ریزے بکھیرے گئے ہیں۔ ان تفصیلی اضافوں کے بعد اس موضوع پر یہ کتاب بہت ہی نفیس اور بلند پایہ کتاب ہوگئی ہے بڑی تقطیع صفحات ۴۸۲ قیمت چار روپے مجلد پانچ روپے۔